حافظ ملت ایک ہمہ جہت شخصیت

ازقلم: ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
sajidalimisbahi@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

نازش لوح و قلم ہے مدح خوانی آپ کی — اک مثالی آئینہ ہے زندگانی آپ کی
جرأت وہمت کی جب تاریخ لکھے گا جہاں — آب زریں سے لکھے گا وہ کہانی آپ کی

حافظ ملت علامہ شاہ عبدالعزیز محدث مرادآبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات ہمہ جہت فضائل وکمالات کی جامع تھی، ان کی زندگی کا ہر گوشہ اس قابل ہے کہ اسے عوام وخواص کے درمیان بار بار پڑھا اور سنا جائے، اُن کے گلستان حیات کا ہر پھول اس لائق ہے کہ عصر حاضر کے طالبان علم وحکمت اور اربابِ علم ودانش اسے چن کر اپنی عملی زندگی کو آراستہ کریں، غربت وتنگ دستی کے عالم میں طلب علم کا ذوق وشوق اور اس کے لیے جہد مسلسل وسعی پیہم آج کے طلبہ کے لیے بہترین مشعل راہ ہے، میدان عمل میں ان کے اخلاص وللّٰہیت کی جلوہ سامانیاں اور خدمتِ دین کا جذبۂ فراواں اِس زمانہ کے فارغین مدارس، اساتذہ وملازمین کے لیے عمدہ نمونۂ عمل ہے، اگر ان کی تعلیم وتدریس کا اچھوتا انداز اور تحریر وتصنیف کا نرالا اسلوب لائق تقلید ہے، تو ان کا خطیبانہ جاہ وجلال اور مناظرانہ فضل وکمال بھی قابل رشک ہے، اصاغر پر شفقت وعنایت اور اکابر کی تعظیم وتکریم ان کا مشہور وصف ہے، تو ان کی عبادت وریاضت اور تقویٰ وطہارت بھی مریدین ومتعلقین کے لیے ضرب المثل ہے۔

اسی طرح لوگوں سے ان کی ہم دردی وغم گساری، کام کرنے والوں کی مناسب رہ نمائی وحوصلہ افزائی، تواضع وانکساری اور خدمت خلق سے متعلق حقائق وواقعات کا ایک تسلسل ہے جو جامعہ اشرفیہ کے ذرے ذرے، مبارک پور کے چپے چپے اور ملک کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان کی حیاتِ مبارکہ کے کس گوشہ کو بیان کیا جائے، ان کی ذات گرامی کا حال تو یہ ہے کہ ؎

زفرق تا بہ قدم ہر کجا کہ می نگرم — کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا ست

جو حضرات اُن کی حیات وخدمات سے متعلق تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتے ہوں وہ ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور کا "حافظ ملت نمبر" مطبوعہ ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، اور ادارۂ تحقیقات حافظ ملت کے زیر اہتمام شائع ہونے والی کتاب "حافظ ملت، افکار اور کارنامے" مطبوعہ ۱۴۱۱ھ/ ۱۹۹۰ء، اور المجمع الاسلامی، مبارک پور سے شائع ہونے والی کتاب "حیاتِ حافظ ملت" وغیرہ کا مطالعہ کریں۔

ہم سر دست اُن ہی بنیادی مآخذ سے حافظ ملت علیہ الرحمہ کے بعض اوصاف وکمالات اور چند واقعات وحقائق کا تذکرہ کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ ہمارے قارئین کے لیے ان سطروں میں کچھ سیکھنے اور اپنانے کا سامان ہوگا۔

حافظ ملت کا دَورِ طالب علمی:

آج طلبہ دَورِ طالب علمی کو بڑی آزادی کا زمانہ تصور کرتے ہیں اور اخراجات کے نام پر اپنے والدین اور سرپرستوں کو تنگ کرتے ہیں، ان سے طرح طرح کے حیلے بہانے کے ذریعہ رقوم حاصل کرکے دادِ عیش دیتے ہیں اور بے دریغ اپنے اوقات اور پیسے برباد کرتے ہیں، مگر اس سلسلے میں جب ہم حافظ ملت کے دَورِ طالب علمی کا مطالعہ کرتے ہیں تو علماے سلف کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔ اس کی ایک جھلک آپ بھی دیکھیں:

حافظ ملت علیہ الرحمہ جب اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے اپنے احباب کے ساتھ دارالعلوم معینیہ عثمانیہ، دارالخیر اجمیر شریف کے لیے روانہ ہوئے تو اس وقت زادِ راہ کی قلت اور افلاس وتنگ دستی کا عالم یہ تھا کہ سات افراد پر مشتمل طالبان علوم نبویہ کی پاکیزہ جماعت نے ایک اسٹیشن پر دو آنے کا چنا خریدا اور مرادآباد سے دہلی ہوتے ہوئے اجمیر شریف تک پورے سفر میں اسی کے ذریعہ سب نے اپنی بھوک مٹائی، پھر جب خوش بختوں کا یہ نورانی قافلہ سفر کی صعوبتوں کو شکست دیتا ہوا، شدید بھوک سے دوچار اپنی منزل پر پہنچا تو سب سے اہم مرحلہ دارالعلوم میں داخلہ کا تھا، اس کے بعد ہی لائبریری سے کتابوں کا حصول اور کھانے پینے کا انتظام متوقع تھا۔

ایک ملاقاتی کے کمرے میں سب نے اپنا سامان رکھا، استنجا وغیرہ سے فارغ ہوئے تو بھوک کا احساس اور بڑھ گیا، حجرہ کے باہر مطبخ کی بچی ہوئی خشک روٹیوں سے بھری ایک چھوٹی سی ٹوکری سامنے آئی جس سے سب نے تھوڑا بہت کھایا اور اللہ جل شانہ کا شکر ادا کیا۔ داخلہ حاصل کرنے کے بعد کتابیں لائبریری سے مل گئیں، مگر خورد و نوش کا انتظام دو ماہ بعد مجلس شوریٰ کی میٹنگ میں ہوا۔ انتظار کا وہ دو مہینہ انھوں نے اِس طرح گزارا کہ ایک بنگالی طالب علم سے دس روپے قرض لے کر آٹے کا انتظام کیا اور ایک بھٹیارے سے یہ طے کیا کہ دار العلوم جاتے وقت ہم لوگ آٹا تجھے دیتے جائیں گے، تم ہمارے لیے واپسی کے وقت تک روٹیاں سینک دینا، اس طرح روٹیاں لے کر دار الاقامہ پہنچتے، صرف نمک اور مرچ دار الاقامہ کے صحن میں پڑی ہوئی ایک بڑی سل پر پیس کر چٹنی تیار کرتے اور پھر وہیں حلقہ باندھ کر روٹی سے کھا لیتے اور نہایت ذوق وشوق سے اپنی تعلیم میں منہمک ہو جاتے۔ [حیات حافظ ملت، ص:۵۹، ۶۰ ملخصا]

طلب علم کا طریقہ:

طالبِ علمی کے دَور میں حافظ ملت علیہ الرحمہ کا طریقۂ کار کیا ہوتا تھا، اس تعلق سے وہ خود ارشاد فرماتے ہیں:

"دورِ طالبِ علمی میں میرا طریقہ یہ تھا کہ جتنے اسباق پڑھنے ہوتے، سب مطالعہ میں حل کرتا، اس کے متعلق اعتراضات وجوابات پر غور کرتا، پھر درس گاہ میں حاضری ہوتی اور وہاں جو بتایا جاتا، بغور سنتا، جو سوال ذہن میں ہوتا، اگر درس سے اس کا جواب حل نہ ہوتا تو پوچھ کر جواب حاصل کرتا، پھر روزانہ ہر سبق کا اعادہ اور اس کی تکرار رفقاے درس کو کراتا، پھر آئندہ سال وہ اسباق نیچے والی جماعت کے طلبہ کو بطور اعادہ وتکرار پڑھاتا، اس طرح ہر کتاب اور ہر سبق پڑھنے ہی کے زمانہ میں متعدد بار نظر سے گزر چکا ہوتا، دو بار مطالعہ ودرس کے طور پر، اور دو بار تکرار اور پڑھانے کے طور پر"۔ [ایضا، ص:۳۱۷]

درس کے بعد کی مصروفیت:

درس کے بعد حافظ ملت علیہ الرحمہ کی مصروفیت کے بارے میں ان کے ہم درس حضرت علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"ہم لوگ تو درس کے بعد کچھ تفریح بھی کر لیا کرتے تھے، لیکن حافظ ملت کا حال یہ تھا کہ ضروری امور کی انجام دہی کے بعد ان کا تین ہی کام رہتا تھا: درسی کتابوں کا مطالعہ، استاذ گرامی صدر الشریعہ کی خدمت، یا پھر تلاوت قرآن پاک۔ غیر ضروری کاموں اور سیر وتفریح سے آپ کو کچھ لگاؤ نہ تھا"۔ [ایضا، ص:۴۴]

حافظ ملت کا طریقۂ تدریس:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا طریقۂ تدریس اتنا عمدہ اور دل کش ہوتا تھا کہ اپنے تو اپنے، غیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ یہ آپ کی تدریس کا کمال ہی تھا کہ "اشرفیہ میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مبارک پور مرجع طلبہ بن گیا، دور دور سے شائقین علم کھنچ کھنچ کر یہاں آنے لگے، مئو فیض عام سے ایک مولوی صاحب جائزہ لینے کی نیت سے آئے، تین روز حضرت کے درس میں شرکت کی، تیسرے روز جاتے ہوئے طلبہ سے کہا: میں نہیں سمجھ پا رہا تھا کہ طلبہ مبارک پور کیوں کھنچے چلے آ رہے ہیں، یقیناً آنا ہی چاہیے، پیاس تو یہیں بجھتی ہے"۔ [حافظ ملت نمبر، ص:۳۸]

آپ کی تدریس سے متعلق محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی فرماتے ہیں:

"آپ کی درسی تقریروں کی بھی یہ شان تھی کہ کم الفاظ میں اسرار ونکات کی موشگافیاں بیان فرماتے، جو طالب علم جس قدر تیار ہو کر آتا اتنا ہی محظوظ ہوتا، آپ کی اختصار پسندی کی وجہ سے بعض کم ذوق طلبہ کو کہتے سنا جاتا کہ حافظ ملت کے اس اختصار کے باوجود ان کی شہرتِ تدریس فہم سے بالاتر ہے۔

دراصل یہ آپ کا تدریسی کمال تھا کہ اعتراضات واشکالات خود بخود حل ہو جاتے۔ ایک بار اس ناچیز سے فرمایا کہ میں نے ہندوستان کے مقتدر اساتذہ کا طریقۂ درس دیکھا ہے، اکثر حضرات درس میں بسط وتفصیل کے ساتھ مالہ وماعلیہ سے بحث کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: لیکن حضرت ایسا نہیں کرتے؟ فرمایا: صدر الشریعہ قدس سرہ بہت اختصار سے کام لیتے اور تمام بحثوں کو چند الفاظ میں سمیٹ لیتے۔ کام یاب طریقۂ درس یہی ہے اور میں اسی کا پابند ہوں"۔ [حیات حافظ ملت، ص:۳۱۹]

علامہ قمرالزماں اعظمی مصباحی فرماتے ہیں:

"حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی لفظ بہ لفظ ترجمے سے احتراز فرمایا، بلکہ کتاب اور مبحث کو سامنے رکھ کر ایسی تقریر فرماتے تھے جو موضوع کے تمام جزئیات اور کتاب کی عبارت کو حاوی ہوتی تھی اور طلبہ کے ذہنوں میں علم کا ایک خزانہ منتقل کر دیتی تھی۔ ان کے اس طریقۂ تدریس نے طلبہ کو مطالعہ کا پابند بنا دیا تھا۔ حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان طلبہ کی حوصلہ افزائی کرتے تھے جو اپنے مطالعہ کی روشنی میں ان سے سوالات کرتے تھے"۔ [حیات حافظ ملت، ص:۳۲۱]

طلبہ سے حسن سلوک:

حضرت مولانا محمد شفیع اعظمی مصباحی، سابق ناظم تعلیمات جامعہ اشرفیہ اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"ہر استاذ صرف اپنے ذہین، محنتی اور وفا شناس شاگردوں پر شفیق ہوتا ہے، لیکن حافظ ملت کی خصوصیت یہ ہے کہ غبی سے غبی، بدھو سے بدھو اور بے گانہ سے بے گانہ شاگرد بھی انھیں اتنا ہی عزیز تھا جتنا ذہین سے ذہین، قابل سے قابل اور قریب سے قریب شاگرد۔

اور وہ مقام جہاں ہم حافظ ملت کو ایک "منفرد شفیق استاذ" کے پیکر میں دیکھتے ہیں یہ ہے کہ دنیا میں کوئی شخص بھی اپنے باغی، نافرمان اور بدخواہ کے حق میں اپنی محبت وشفقت کے توازن کو برقرار نہیں رکھ سکتا، لیکن حافظ ملت کی کتاب زندگی کا آپ مطالعہ کریں، ورق ورق پر جہاں آپ انھیں نیاز مندوں اور وفا شناسوں کو خلعت کریمانہ سے شاد کام کرتے ہوئے دیکھیں گے، وہیں وہ نافرمانوں اور ناعاقبت اندیشوں پر بھی پھول برساتے ہوئے آپ کو نظر آئیں گے"۔ [حافظ ملت نمبر ص ۱۲۴]

استاذ کا کمال اور اس کی جگہ:

ایک بار حافظ ملت علیہ الرحمہ نے استاذ اور شاگرد کا کمال بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"نیکو کار، صلاح پذیر اور اچھے طلبہ کو چاہنا استاذ کا کمال نہیں، بلکہ شاگرد کا کمال ہے کہ اس نے اپنے آپ کو چاہے جانے کے قابل بنایا۔ استاذ کا کمال تو یہ ہے کہ جو چاہے جانے کے قابل نہ ہو، اس کی اصلاح کر کے اسے چاہے جانے کے قابل بنا دے۔

ایک دن مجلس درس میں ارشاد فرمایا:

"استاذ اپنے شاگردوں کے فکر وذہن کا معمار اور ان کی سیرت وکردار کا معالج ہوتا ہے، اور ایک معالج کی بہترین جگہ بیماروں کا حلقہ ہے، تندرستوں کی انجمن نہیں ہے۔ جو معالج بیماروں کا قرب برداشت نہ کر سکے اسے کچھ اور تو کہا جائے گا، لیکن معالج نہیں کہا جائے گا"۔ [ایضا، ص ۱۲۴]

کتابوں کا ادب واحترام:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کتابوں کا بہت ادب واحترام کرتے اور اپنے تلامذہ اور متعلقین کو بھی کتابوں کا ادب کرنے کی تلقین فرمایا کرتے تھے، چناں چہ آپ کے تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ:

"آپ قیام گاہ پر ہوتے یا درس گاہ میں، کبھی کوئی کتاب لیٹ کر یا ٹیک لگا کر نہیں دیکھتے، بلکہ تکیہ یا ڈیسک پر کتاب رکھ کر دیکھتے اور پڑھاتے، قیام گاہ سے مدرسہ یا مدرسہ سے قیام گاہ کبھی کتاب لے کر آنا جانا ہوتا تو کتاب داہنے ہاتھ میں لے کر سینے سے لگا لیتے۔ کبھی کسی طالب علم کو ہاتھ میں کتاب لٹکا کر چلتے دیکھتے تو فرماتے: کتاب جب سینے سے لگائی جائے گی تو کتاب سینے میں اترے گی اور جب کتاب کو سینے سے دور کیا جائے گا تو کتاب سینے سے دور ہوگی"۔ [حیات حافظ ملت، ص:٦٦]

حافظ ملت کا اخلاق وکردار:

حافظ ملت علیہ الرحمہ صرف اسلامی اخلاق وآداب کے معلم ہی نہیں تھے، بلکہ اس پر کامل طور پر عمل پیرا بھی تھے۔ اس سلسلے میں محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں:

"حضرت کی رفعت اخلاق کا یہ عالم تھا کہ ہر کس وناکس اپنے آپ کو حضرت کا مقرب ومقبول شمار کرتا، جو لوگ آپ کی ایذا رسانی میں کسر نہ اٹھا رکھتے جب ان سے بھی ملاقات ہوتی تو آپ نہایت خندہ پیشانی سے پیش آتے"۔ [ایضا، ص:۱۷۰ بحوالہ المصباح، ص ۱۳]

حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی، بانی دارالقلم، دہلی آپ کے اخلاق و کردار کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

”آپ کے اندر قوت اخلاق کی بے پناہ کشش تھی، اور عالم و عامی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتا تھا، تمام سہولتیں ہوتے ہوئے بھی انکسار نفس کا یہ عالم تھا کہ چاے خود اپنے ہاتھ سے بنایا کرتے تھے، بوقت ضرورت کپڑے بھی سل لیا کرتے تھے، اور اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے میں بڑی فرحت و مسرت محسوس کیا کرتے تھے۔ طلبہ اور بچوں سے شفقت و محبت کا برتاؤ عام تھا، بے جا خشونت و سختی اور رعب وداب سے کوسوں دور رہتے تھے، علما و مشائخ کرام کے ساتھ توقیر و احترام سے پیش آتے اور ان کی عادلانہ مدح و ستائش کرتے“۔ [حافظ ملت نمبر، ص:۳۹۷]

ہوگیا دل شاد اس کا، آپ سے جو بھی ملا سچ تو ہے، خلق مجسم آپ تھے سر تا قدم

حافظ ملت بحیثیت قلم کار:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو رب عظیم نے اور خوبیوں کے ساتھ تحریر کی بھی خوبی عطا فرمائی تھی، انھوں نے جب بھی تصنیف و تالیف کے لیے قلم اٹھایا، علم و ادب کے اعلیٰ معیار کے مطابق لکھا اور صفحات قرطاس پر اپنے قلم حق رقم سے حسب موقع علم و فضل اور بلاغت و ادب کے لعل و گہر لٹائے ہیں۔ حضرت علامہ بدر القادری مصباحی آپ کی تحریر کے بارے میں فرماتے ہیں:

”انھیں نثر لکھنے پر بڑی قدرت تھی، البتہ دیگر دینی و علمی کاموں کی مصروفیات کے سبب اس میدان میں وہ نمایاں نہ ہو پائے، لیکن جو کچھ لکھا ہے اسی سے آپ کی قلمی تب و تاب اور توانائی کا اندازہ ہوجاتا ہے۔ . . . ان کی خصوصیتِ تحریر، ایجاز و اختصار بھی ہے، وہ غیر ضروری باتوں کو نظر انداز کر کے ٹھوس اور دل لگتی بات بیان کرتے ہیں، سادہ بیانی اور روزمرہ کے استعمال کے ساتھ منتخب الفاظ کا استعمال آپ کی عبارت میں چمک اور بہتری پیدا کردیتا ہے“۔ [حیات حافظ ملت، ص:۴۴۴]

مندرجہ ذیل کتابیں حافظ ملت علیہ الرحمہ کی تحریری یادگار ہیں، ان کے مطالعہ سے آپ بھی اُن کی تحریر و تصنیف کی خوبیوں سے بخوبی واقف ہوسکتے ہیں:

(۱) ارشاد القرآن۔ (۲) معارف حدیث۔ (۳) انباء الغیب۔ (۴) فرقۂ ناجیہ۔ (۵) المصباح الجدید۔ (۶) العذاب الشدید لصاحب مقامع الحدید۔ (۷) الارشاد۔ (۸) فتاویٰ حافظ ملت۔ (یہ آخری کتاب غیر مطبوعہ ہے)

حافظ ملت بحیثیت خطیب:

حافظ ملت علیہ الرحمہ کو خداے وحدہٗ لاشریک نے وعظ و خطابت کے جوہر سے بھی نوازا تھا، آپ کے خطاب میں ایسی تاثیر تھی کہ سننے والوں کے دلوں کی دنیا بدل جاتی تھی اور اُن کے قلوب و اذہان میں رونما ہونے والے شکوک و شبہات یکسر ختم ہوجاتے تھے۔ سچ کہا گیا ہے ؎

ویسے تو نہیں کوئی بشر نطق سے محروم پائی ہے مگر حافظ ملت نے زباں اور
ہم ہوگئے بیدار پکارا جو انھوں نے یہ سچ ہے کہ ہوتی ہے مجاہد کی اذاں اور

احسن العلما حضرت سید شاہ حسن میاں، سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ نے آپ کی چند تقریریں جو سنی تھیں، ان کے بارے میں فرمایا:

”اُن کے تمام مواعظ حسنہ میں علم و حکمت کے موتی پروئے تھے، انداز گفتگو میں نوجوانوں کی سی گھن گرج تھی، جو بات منہ سے نکلتی ایک میخ سی گڑ جاتی، علم و حکمت کا یہ درخشندہ آفتاب جس کی ضیا باری سے اقطار ہند و بیرون ہند منور، جس کی شعاعیں دور دور تک بکھری ہوئی ہیں“۔ [حافظ ملت نمبر، ص:ی]

ڈاکٹر محمد عرفان صدر شعبۂ اردو، شبلی کالج، اعظم گڑھ آپ کی تقریر پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”تعجب یہ ہے کہ اُن کی تقریر سے دل اکتاتا نہ تھا، ہر مجمع میں لوگ بڑے سکون سے ان کی تقریر سنتے تھے، وہ تقریر کے فسوں سے بے نیاز تھے، لیکن ان کی باتوں میں بڑا اثر ہوتا تھا اور ذہن کے کسی نہ کسی حصہ میں اتر جاتی تھیں، ان کی تقریروں میں بڑا خلوص، بڑا وزن اور بڑی سادگی ہوتی تھی کہ سننے والے کو اس پر اعتماد ہوتا کہ مولانا کوئی ایسی بات نہ کہیں گے جس کے ثبوت میں قوی سے قوی سند نہ پیش کرسکیں“۔ [ایضاً، ص:۹۸]

حافظ ملت بحیثیت مناظر:

ایک کامیاب مناظر کے لیے علوم عقلیہ ونقلیہ میں کامل دسترس کے ساتھ علمی استحضار، قدرتِ کلام، ملکۂ تفہیم، زورِ استدلال اور حاضر جوابی بہت ضروری ہوتی ہے۔ اس روشنی میں جب ہم حافظ ملت علیہ الرحمہ کی حیاتِ مبارکہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو لگتا ہے کہ وہ اپنے عہد کے مناظرِ اعظم تھے، صرف مناظر ہی نہیں، بلکہ مناظر ساز بھی تھے، چنانچہ حضرت علامہ بدر القادری مصباحی فرماتے ہیں:

"مناظرۂ مبارک پور کے دوران یکہ وتنہا صرف اپنے طلبہ کو ساتھ لے کر حافظ ملت نے جس کمال وخوبی سے دیوبندی جماعت کے ماہر مناظرین سے ڈٹ کر مقابلہ فرمایا، وہ ہندوستان میں آویزش حق وباطل کی تاریخ کا ایک سنہری باب ہے۔ روزانہ طلبہ کو تیرہ تیرہ منتہی کتابوں کا سبق دیتے تھے، مدرسہ کے انتظامی امور کی نگرانی اور اپنے معمولات کی تکمیل فرماتے تھے، دوسری طرف اس معرکہ کے لیے محض عصر ومغرب کے درمیانی وقفہ میں طلبہ سے دیوبندی مناظر کی شبِ گزشتہ کی تقریر کے اعتراضات سماعت فرماتے اور بروقت انھیں جوابات کے لیے کتابوں کی نشان دہی فرماتے جاتے تھے۔

وہ طلبہ خود بھی حافظِ ملت کے فیض صحبت سے اتنے قابل ذہین وفطین اور فن مناظرہ کے ماہر ہو گئے تھے کہ خصم کی تقریر سنتے ہی اہم باتوں کی تلخیص کرنے کے بعد اپنے تئیں مناسب جواب کی تیاری بھی کرتے تھے"۔ [حیات حافظ ملت، ص: ۴۰۷]

حافظ ملت بحیثیت پیر ومرشد:

رئیس التحریر علامہ یٰسین اختر مصباحی آپ کے ارشاد وہدایت سے متعلق فرماتے ہیں:

"آپ کے ارادت مندوں کا ایک وسیع حلقہ ہے، ایک مرشد کی حیثیت سے آپ نے اذہان وقلوب کی تطہیر، اخلاق کی درستی، اعمال وافعال کی اصلاح، اسلامی شعائر وآداب کی حفاظت وپاسبانی، جذبۂ خدمت خلق، پابندی صوم وصلوٰۃ کی جو روح اپنے حلقۂ ارادت میں پھونکی اور انھیں ایمان واسلام کے لیے جینے کا جو جذبہ عطا کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ . . . آپ کے پاس نہ تو کوئی ظاہری وجاہت تھی اور نہ بے جا شان وشوکت، نہ زہد وپارسائی کا اظہار واعلان، صرف دین داری، خدا ترسی، سادگی، بے نفسی، عبادت وریاضت اور علم وحکمت کی دولت آپ کے پاس تھی اور بس، لیکن خدا جانے آپ کی زبان میں کیا تاثیر، اور چہرے پر کیسی سنجیدگی اور کتنا وقار برستا تھا کہ جو سامنے آتا، اس کا دل آپ کی طرف مائل ہوتا اور کھنچنے لگتا۔ باعمل مرشدوں کی طرح مناہی ومنکرات کے ارتکاب اور بے راہ روی سے دور رہ کر ارشاد وہدایت اور تبلیغ دین کرتے، حرص وطمع کا شائبہ تک نہ تھا، اور نہ جی حضوری اور قدم بوسی کی خواہش، سلف صالحین کے نقش قدم پر چل کر مشیت الٰہی کے ساتھ اصلاح اعمال وتطہیر قلوب کا فریضہ انجام دیا"۔ [حافظ ملت نمبر، ص: ۴۰۰]

حافظ ملت اور جامعہ اشرفیہ:

جامعہ اشرفیہ، حافظ ملت علیہ الرحمہ کو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز تھا، حضرت فرماتے تھے: اس کو پھلنا پھولنا ہے، اس کی پستی کو میں کسی طرح برداشت نہیں کر سکتا، اس کے لیے عبدالعزیز اپنی جان کھپا سکتا ہے، اپنے کو مٹا سکتا ہے، مگر آخری دم تک اس کی پستی کو نہیں دیکھ سکتا۔ ایک مرتبہ فرمایا: اشرفیہ کو میں نے اپنے پسینے سے نہیں، اپنے خون سے سینچا ہے۔ [حیات حافظ ملت، ص: ۷۳۲، ۷۳۳]

ہر غنچہ یہاں پر پھول بنے ، ہر پنچھی یہاں ہو نغمہ سرا	رکھوالا جو ہو رکھوالا ہو ، اللہ کوئی صیاد نہ ہو
ہر سانس سے ٹھنڈک دی میں نے، ہر قطرۂ خوں سے سینچا ہے	تم شاد رہو اے فرزندو! پر میرا چمن برباد نہ ہو

اس جامعہ سے آپ کو بڑی امیدیں وابستہ تھیں، چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

"میری تمنا اور خواہش یہ ہے کہ یہاں علوم اسلامیہ اور فنون متداولہ کی تعلیم تو ہوگی ہی، لیکن یہاں کے فارغ التحصیل علما وفضلا عربی زبان وادب نیز انگلش زبان وادب میں اتنے اونچے مقام پر فائز ہو جائیں یا اتنی اعلیٰ صلاحیت کے مالک ہو جائیں کہ دنیا کے کونے کونے میں دعوت وتبلیغ اور نشر علوم کے فرائض سے سبک دوش ہونے میں کوئی دقت محسوس نہ کریں"۔ [حافظ ملت افکار اور کارنامے، ص: ۳۶، ۳۷]

ایک انٹریو میں آپ سے سوال کیا گیا کہ ”حضور، الجامعۃ الاشرفیہ کو کیسا دیکھنا چاہتے ہیں؟“ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا:

”میں یہ چاہتا ہوں کہ الجامعۃ الاشرفیہ کے فارغین سنی علما ہوں، وہ ہندی، انگریزی، عربی میں صاحب قلم وصاحب لسان ہوں جو اپنے ملک ہندوستان اور دوسرے ممالک میں مذہب حق اہل سنت کی کما حقہ اشاعت وخدمت کر سکیں، میں الجامعۃ الاشرفیہ کو اسی منزل پر دیکھنا چاہتا ہوں“۔
[حیات حافظ ملت، ص:۸۰]

سفر آخرت:

یکم جمادیٰ الاخرہ ۱۳۹۶ھ/۳۱ رمئی ۱۹۷۶ء، بروز دوشنبہ، رات میں گیارہ بج کر پچپن منٹ پر ”جامعہ اشرفیہ“ کے بانی حافظ ملت جہان سنیت کو روتا بلکتا چھوڑ کر مبارک پور کے ”باغ فردوس“ سے حقیقی ”باغ فردوس“ کی طرف روانہ ہو گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

خدمت دین میں جس نے کی ہو گزر — عاشق مصطفیٰ عالم حق نگر
ذکر حق مشغلہ جس کا شام و سحر — باغ فردوس میں اب ہوا جلوہ گر
جس نے پیدا کیے کتنے لعل و گہر — حافظ دین و ملت پہ لاکھوں سلام

ساجد علی مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
۲۳ر جمادیٰ الاولیٰ ۱۴۳۸ھ/۲۱ر فروری ۲۰۱۷ء۔ سہ شنبہ
برائے روزنامہ انقلاب، حافظ ملت نمبر، بموقع عرس عزیزی